رجسٹرڈ نمبر —— L. 922
فون نمبر —— 29

۱۵ر مارچ ۱۹۷۲ء

ایڈیٹر
آل احمد سرور

قیمت سالانہ چھ روپے
قیمت فی کاپی بیس پیسے

اشاعت کی تاریخیں
۱ ۸ ۱۵ ۲۲

ہفتہ وار ہماری زبان

جلد ۳۱ | انجمن ترقی اردو ہند (علی گڑھ) | شمارہ ۱۱

اداریہ

سادہ ذہن اور پُرکار ذہن

یہ بات ہم کئی دفعہ کہہ چکے ہیں کہ ہندوستان کا ذہن یک رخا ہے اور اردو دوست تو اس معاملے میں بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ ہم ہر بات کو سیاہ یا سفید، بد یا نیک، شر یا خیر کی روشنی میں دیکھتے ہیں حالانکہ زندگی میں اس طرح کے خانے نہیں ہوتے۔ چیزیں، رنگ، خاصیتیں گڈمڈ ہوتی ہیں۔ مثلاً انگریزی کے پرستار یہ سمجھتے ہیں کہ ہندوستان کی "ذہنی ترقی"، اس کی "یک جہتی" اس کے معیار، سب انگریزی کے دامن سے بندھے ہوئے ہیں۔ انگریزی کا رشتہ کمزور ہوا یا ہاتھ سے چھوٹ گیا تو ہم کہیں کے نہ رہے۔ اسی طرح کچھ اردو دوستوں کا خیال ہے کہ ہمارے لئے اردو کافی ہے ہمیں نہ کوئی علاقائی زبان سیکھنا ہے نہ کوئی مغربی زبان، ایسے ہندی کے پرچہ بھی کم نہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی اپنی علاقائی زبان یا مادری زبان کی حمایت کرتا ہے تو وہ ہندی کا دشمن ہے اور ہندی کا ہر مخالف ہندوستان کا مخالف ہے۔ ہمارے نزدیک موجودہ دور میں ایسا یک طرفہ اور یک رخا ذہن ہمارے لئے کسی طرح مفید نہیں ہو سکتا، ہاں بہت سی دشواریوں اور پریشانیوں کا باعث ہو سکتا ہے۔ بات سیدھی سادی ہے۔ تاریخی حالات کی وجہ سے ہندوستان کی تھوڑی سی آبادی انگریزی سے واقف ہوئی اور اس کے ذریعہ سے ہندوستانی زبانوں پر بھی انگریزی کا اثر پڑا۔ ایک عالمی زبان سے واقفیت مفید ہوتی ہے۔ یہ دنیا سے ہمارا ذہنی رشتہ قائم کرتی ہے۔ یہ ہمیں عالمی افکار و اقدار سے آشنا کرتی ہے۔ اس کے ذریعہ سے دنیا کے علم اور ادب سے ہم واقف ہوتے ہیں۔ اس لئے ہمارے ثانوی اسکولوں سے اس کی تعلیم شروع ہونی چاہئے اور یونیورسٹی کی منزل پر لازمی طور پر اسے پڑھانا چاہئے مگر ابتدائی منزل پر انگریزی پڑھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ثانوی منزل اور یونیورسٹی کی منزل پر بھی انگریزی زبان اس طرح سکھائی چاہئے کہ ہم مختلف علوم پر انگریزی کی کتابوں سے فائدہ اٹھا سکیں۔ تعلیمی کمیشن کے الفاظ میں گویا یہ کتب خانے کی زبان ہونی چاہئے۔ ثانوی منزل پر اور یونیورسٹی میں لازمی زبان کی حیثیت سے ہمارا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ ہم انگریزی زبان اتنی جان لیں کہ مختلف علوم کی کتابیں پڑھ سکیں۔ انگریزی ادب ایک اختیاری مضمون کی حیثیت سے ایک محدود تعداد میں طالب علم برابر پڑھیں گے۔ مگر یونیورسٹی کے تمام طالب علموں کے لئے اس زبان کا اتنا علم ہی کافی ہونا چاہئے کہ وہ اپنا کام نکال سکیں۔

رہا ہندی یا علاقائی زبانوں کا سوال تو آئیے اردو کے ایک ہی خواہ کی حیثیت سے اس پر غور کریں۔ اردو ایک کل ہند زبان ہے مگر ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ کسی ریاست میں اس کی اکثریت نہیں ہے، جمہوریت کے اس دور میں سیاسی اقلیت تو اکثریت میں بدل سکتی ہے مگر لسانی یا مذہبی اقلیت اکثریت نہیں بن سکتی۔ پھر بھی اردو کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ اتر پردیش، بہار، مہاراشٹر، آندھرا، میسور میں بیس لاکھ سے اوپر کی اقلیت کی زبان ہے، دہلی، مدھیہ پردیش، راجستھان، مغربی بنگال، تمل ناڈو، آسام، اڑیسہ، ہریانہ میں قابل لحاظ آبادی اردو بولتی ہے اور ہندوستان کی کوئی ریاست ایسی نہیں جہاں اردو بولنے والے موجود نہ ہوں۔ اس لئے اردو دوستوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ ہر ریاست میں

اپنی ابتدائی تعلیم کا اپنی مادری زبان کے ذریعہ سے انتظام رکھیں۔ اور یہ واضح کردیں کہ ابتدائی منزل کی تعلیم کے بعد ثانوی منزل پر بھی اردو کے ذریعہ سے تعلیم کا انتظام کرنا حکومت کا فرض ہے۔ انھیں صرف یہ بات طے کرلینا چاہئے کہ ثانوی منزل پر علاقائی یا سرکاری زبان انھیں لازمی طور پر پڑھنا ہے اور اس کا وہی معیار ہونا چاہئے جو ریاست کے عام اسکولوں میں ہے تاکہ اردو جاننے والے کسی طرح خسارے میں نہ رہیں۔ انھیں اس کے لئے بھی آمادہ ہونا چاہئے کہ اگر ہر جگہ ثانوی منزل پر اردو کے ذریعہ تعلیم نہ ہو پائے تو عارضی مدت کے لئے ان اسکولوں میں پڑھنا چاہئے جہاں علاقائی یا سرکاری زبان ذریعہ تعلیم ہے مگر یہاں اردو ایک لازمی مضمون کی حیثیت سے پڑھانے کا حکومت کی طرف سے مکمل انتظام ہونا چاہئے تاکہ ایسا نہ ہو کہ اردو دوست اپنے بنیادی حق سے محروم ہو جائیں اور اپنے مخصوص لسانی اور تہذیبی مزاج کو برقرار نہ رکھ سکیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں لینا چاہئے کہ ہم ثانوی منزل پر علاقائی یا سرکاری زبان میں تعلیم کے حامی ہیں، بلکہ صرف یہ بات واضح کرنا ہے کہ جب تک تمام اسکولوں میں اردو کے ذریعہ تعلیم کا انتظام نہیں ہو جاتا انہیں ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنے کے بجائے ان سرکاری اسکولوں سے فائدہ اٹھانا چاہئے بشرطیکہ ان میں اردو کی تعلیم کا بھی لازمی انتظام ہو۔ ہندی ریاستوں میں اردو دوستوں کے لئے اردو کے علاوہ ہندی اور انگریزی میں مہارت حاصل کرنے کا سوال ہے۔ غیر ہندی ریاستوں میں اردو دوستوں کو اردو کے علاوہ علاقائی زبان اور انگریزی پر اکتفا کرنا چاہئے، ہندی اگر وہ نہیں پڑھتے تو ان کا ایسا نقصان نہ ہوگا مگر علاقائی یا سرکاری زبان کو نظر انداز کرنے سے انھیں نقصان پہنچ جائے گا۔

یہ ایک افسوس ناک حقیقت ہے کہ باوجود اوپر کے دعووں کے، ریاستوں کے تعلیمی نظام میں لسانی اقلیتوں کے ان حقوق کی پاسداری نہیں کی گئی ہے جنھیں سبھی تسلیم کرتے ہیں اور جن کا اعلان مختلف اوقات میں لیڈروں اور وزیروں کی طرف سے ہوتا رہتا ہے۔ اس میں قصور تو ظاہر ہے ریاستی حکومتوں کا ہے، مگر ہمارا بھی قصور ہے، ہم نے اس سلسلے میں عام احتجاج کو کافی سمجھا ہے، اپنے اپنے حلقے میں اس سلسلے میں تعمیری کوششیں نہیں کیں۔ ان کوششوں میں یہ بات اہم ہے کہ یہ قومی نقطۂ نظر سے ہوں اور اُن افراد اور اداروں کی طرف سے ہوں جو قومی حلقوں میں متعارف ہیں۔ اردو کے مسئلے کو سیاسی یا فرقہ وارانہ نہیں بننے دینا چاہئے، یہ قومی مسئلہ ہے۔ تمام سیکولر پارٹیاں اردو کے حقوق کو تسلیم کرتی ہیں، ان کا عمل ضرور ناکافی ہے۔ اردو دوستوں کو اور زیادہ جوش و خروش سے قومی زندگی میں حصہ لینا چاہئے اور قوم کے دکھ درد میں شریک ہونا چاہئے اور اس پر اصرار کرنا چاہئے کہ ملک کی ترقی کے لئے، قومی یک جہتی کے لئے اور ملک کے تمام طبقوں کے اوپر اٹھنے اور اپنی ذہنی توانائی ملک کی خوشحالی کے لئے لگانے کے لئے ضروری ہے کہ اردو یا دوسری لسانی اقلیتوں کی زبانوں کی تعلیم کا پورا انتظام ہو اور اس انتظام میں کوئی حیلہ حوالہ نہ ہو اور اس کے چلنے کے لئے وہ تمام سہولتیں دی جائیں جن کی اہمیت کو تسلیم کیا جاتا ہے مگر جن پر عمل کرنا ضروری نہیں سمجھا جاتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہم اپنے ذہن کو یک رخا نہ رہنے دیں تو ہمیں دوسروں کے ذہن کے یک رخے پن کو بدلنے میں زیادہ کامیابی ہوگی۔ اس بات کا احساس تو ہو رہا ہے مگر ابھی یہ احساس مزاج نہیں بنا ہے۔ معاملہ مصلحت کا نہیں ضرورت کا ہے، صرف اظہار کا نہیں اصرار کا ہے۔

ممتاز شاعر یوسف ظفر کا انتقال

معلوم ہوا ہے کہ اردو کے ایک مشہور پاکستانی شاعر یوسف ظفر کا راولپنڈی میں دل کے ایک دورے میں انتقال ہو گیا۔

یوسف ظفر کا شمار اردو شاعروں کی اس نسل کے ممتاز فنکاروں میں تھا جس نے اختر شیرانی کے بعد میراجی، ن۔م۔ راشد اور دیگر "جدید شاعروں" کے ہمراہ غزل اور نظم کے پرانے اسالیب سے منہ موڑ کر شاعری کے نئے تجربے کئے اور آزاد نظم کی روایت قائم کی۔ وہ لاہور کے "حلقہ ارباب ذوق" کے اہم ارکان میں ایک تھے۔ • قومی آواز

اطہر عزیز

غزل

درد تو روز ہی طوفان اٹھاتا جائے
دل وہ دریا کہ ہر اک سنگ بہاتا جائے

کاش اک بار تو تعبیر بھی کہدے آکر
خواب در خواب جو تصویر دکھاتا جائے

لب تو ہر دل کو سنو، را کرے لہجہ لہجہ
لفظ وہ سنگ کہ ہر نقش مٹاتا جائے

دور تک بھی نظر آتا نہیں ایسا ساون
تپتے صحرا کو جو اک شہر بناتا جائے

دل میں یوں برسی ہیں یادوں کی گھٹائیں اطہر
پٹریاں جیسے کوئی پل پہ بچھاتا جائے

نجم الحسن انجم ادیب

ریاست میسور میں اردو کی تعلیم

ریاست میسور میں اردو کی تعلیم کے لئے جو سہولتیں میسر ہیں وہ دوسری ریاستوں کی بہ نسبت غنیمت ہیں۔ یہاں ابتدائی منزل سے لے کر ایس ایس ایل سی تک طالب علم کو اپنی مادری زبان میں تعلیم حاصل کرنے کی اجازت ہے۔ اس ریاست کی سرکاری زبان کنڑا ہے اور یہاں اردو، تلگو، تامل اور ہندی بولنے والے اچھی خاصی تعداد میں ہیں اور ان سب کے لئے محکمۂ تعلیم نے پرائمری سے مڈل تک الگ الگ کنڑا اسکول، اردو اسکول، تلگو اسکول اور ہندی اسکول قائم کئے ہیں اور ہر شہر اور گاؤں میں ایک ایک یا دو دو اردو اسکول بھی ہیں۔

ہائی اسکول میں بھی انگلش، کنڑا، اردو، ہندی وغیرہ ذریعۂ تعلیم ہیں۔ پہلے پری یونی ورسٹی کورس ایک سالہ تھا اور اس امتحان کا مکمل نظم و نسق یونی ورسٹیوں کے ذمہ تھا۔ مگر اب پری یونی ورسٹی کورس کو دو سالہ کورس بنا دیا گیا ہے اور اس کا مکمل نظم و نسق پری یونی ورسٹی بورڈ کے ذمہ ہے۔

تعلیمی نظام

۱۔ ابتدائی (پرائمری۔ مڈل)۔

۲۔ ثانوی (ہائی اسکول)۔

۳۔ پری یونی ورسٹی کورس۔ دو سالہ پی یو سی کورس۔

ابتدائی تعلیم پہلی کلاس یعنی پرائمری I درجے سے شروع ہوتی ہے۔ کلاس میں داخلہ کے لئے "لازمی تعلیم" کے قوانین کے تحت بچہ کی عمر پانچ سال دس مہینے ہونی چاہئے۔ پرائمری میں چار کلاسیں ہوتی ہیں۔ پہلے سے چوتھے درجہ تک بچہ سے فیس نہیں لی جاتی۔

اس کے بعد مڈل میں تین کلاسیں ہوتی ہیں۔ مڈل کا پانچواں اور چھٹا امتحان اسکول کے سپرد رہتا ہے اور ساتواں امتحان DISTRICT LEVEL پر ہوتا ہے جو DEPUTY DIRECTOR OF PUBLIC INSTRUCTION کے سپرد رہتا ہے۔

پرائمری / مڈل / اور ہائی اسکول کا مکمل نظم و نسق محکمۂ تعلیمات کے ذمہ رہتا ہے۔ اس ریاست میں پرائیویٹ اداروں کے بھی اپنے اپنے پرائمری اور ہائی اسکول ہیں۔ ہائی اسکول میں آٹھویں سے دسویں درجہ تک مبسوط تعلیم ہے اور سرکاری ہائی اسکولوں میں اساتذہ کی تقرری ریاستی پبلک سروس کمیشن کے ذریعہ انجام پاتی ہے۔ اس ریاست میں ضلع بورڈ ہائی اسکول بھی تھے ان تمام اسکولوں کو گورنمنٹ نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ پرائیویٹ ہائی اسکولوں میں اساتذہ کی تقرری اس کے بانی یا معاونین کرتے ہیں۔ گورنمنٹ اسے APPROVE بھی کر سکتی ہے اور رد بھی کر سکتی ہے۔ ریاستی محکمۂ تعلیمات کی طرف سے آدھے سے زیادہ مالی تعاون ملتا ہے۔

ہائی اسکولوں میں آٹھویں درجہ سے تکنیکی نصاب شروع ہو جاتا ہے ہر ہائی اسکول میں تین گروپ میں تعلیم حاصل کرنے کی سہولت ہے۔ آرٹ، سائنس اور کامرس۔

آٹھویں اور نویں درجہ کا امتحان اسکول کے سپرد رہتا ہے البتہ دسویں درجہ یعنی ایس ایس ایل سی کا سالانہ امتحان SECONDARY EDUCATION BOARD کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس ریاست میں کئی اینگلو اردو ہائی اسکول بھی ہیں جہاں ایس ایس ایل سی تک اردو ذریعہ تعلیم ہے اور ریاست کے دوسرے ہائی اسکولوں میں اردو میڈیم بھی ہے۔ ریاستی حکومت نے یہ قانون بھی بنا رکھا ہے جس کی عمر اٹھارہ سال ہو چکی ہے وہ خانگی طور پر ایس ایس ایل سی۔ اردو، کنڑا یا انگلش میڈیم سے پاس کر سکتا ہے۔

مڈل اور ہائی اسکول کے سالانہ امتحان کے ہر مضمون کے سوالات انگریزی اور کنڑا زبان کے ساتھ ساتھ کنڑا، اردو، ہندی، تامل اور ہندی زبان میں بھی دئے جاتے ہیں اور ان پرچوں کی جانچ زبان دان معلموں سے کرائی جاتی ہے۔ اردو طالب علم کو مڈل کی پانچویں جماعت سے ساتویں جماعت تک کنڑا بحیثیت آپشنل سبجکٹ پڑھنا پڑتا ہے اور پانچویں جماعت سے ایس ایس ایل سی تک ہندی لازمی مضمون کی حیثیت سے پڑھنا پڑتا ہے۔ نصابی مضامین کی کتابیں محکمۂ تعلیمات ریاست میسور کے "شعبۂ تعلیمی تحقیقات" کی طرف سے شائع کی جاتی ہیں اور اس ریاست میں پندرہ بیس اقلیتی ہائی اسکول بھی ہیں۔

پری یونی ورسٹی کورس دو سالہ کورس بنا دینے کی وجہ سے کئی جونیر کالجس کھولے گئے ہیں جن میں ذریعۂ تعلیم کنڑا اور انگریزی ہے۔ پہلے "انگریزی ادب" لازمی مضمون کی حیثیت سے پڑھنا پڑتا تھا مگر اب "گروپ ون" کے مطابق طالب علم کو ANY TWO LANGUAGES تک پڑھنا پڑتا ہے مثلاً انگریزی، اردو، کنڑا، اردو، فارسی، انگریزی، انگریزی، ہندی، اردو، فارسی یا کنڑا، تامل وغیرہ وغیرہ۔ اس دو سالہ پری یونی ورسٹی کورس کا مکمل نظم و نسق ڈائرکٹر آف پری یونی ورسٹی بورڈ کے ذمہ ہے۔

اس ریاست میں دو اقلیتی جونیر کالج بھی ہیں۔ ایک حسنات جونیر کالج بنگلور دوسرا انجمن اسلام جونیر کالج ہبلی۔ جونیر کالجوں میں دوسرے شعبوں کی طرح اردو کے شعبہ میں بھی ایک لکچرر کا تقرر ہوتا ہے۔

ایس۔ اے۔ رحمٰن

عالمی کتابی میلہ — ۱۹۷۲ء

یونسکو کے فیصلے کے مطابق ۱۹۷۲ء کا سال بین الاقوامی کتابی سال ہے۔ کتابیں جو علم حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہیں، کتابیں جن میں زندگی کے تجربے، مشاہدے اور تاریخ محفوظ ہے، کتابیں جو بنیاد ہیں ذہنی ارتقا کی، کتابیں جو مخزن ہیں انسانی علوم کا، علم چاہے پتھروں پر کندہ کیا جائے، چاہے بھوج پتر پر تحریر ہو یا کاغذ پر چھاپا گیا ہو، نسل انسانی کے لئے نعمت ہے، ایک سلسلہ ہے ترقی کی راہ پر مسلسل گامزن رہنے کا۔ پتھر کے زمانے سے لے کر آج کے کاغذی دور تک انسان کی مسلسل ترقی اس بات کا ثبوت ہے کہ علم نے ہمیشہ سے آگے بڑھنے میں مدد دی ہے۔ پرانے تجربات اگر محفوظ نہ کئے جاتے تو نئے تجربات کے لئے مواقع کیسے نکلتے؟ اسی لئے اس علم کے احترام میں بین الاقوامی کتابی سال منایا جا رہا ہے اور اسی ضمن میں ۱۸ر مارچ تا ۲ر اپریل ۱۹۷۲ء نئی دہلی میں ایک عالمی کتابی میلہ بھی لگایا جا رہا ہے۔ یہ میلہ وزارت تعلیم کی نشانہ ہی پر فیڈریشن آف پبلیشرز اینڈ بک سیلرز ایسوسی ایشن ان انڈیا کے اشتراک سے ونڈسر پلیس جن پتھ (نزد کناٹ پلیس) میں کئے جانے کا اہتمام جاری ہے۔

اس میلے میں ہندوستان کی تقریباً سب ہی اہم زبانوں کی منتخب مطبوعات کی نمائش کی جائے گی۔ نمائش کے لئے انتخاب کردہ تقریباً آٹھ ہزار کتابوں میں دو ایک ایک ہزار ہندی اور انگریزی کی کتابیں ہوں گی۔ پانچ پانچ سو بنگالی، گجراتی، کنڑ، ملیالم، مراٹھی، پنجابی، تامل، تلگو اور اردو کی اور آسامی اور اڑیہ کی ڈھائی ڈھائی سو کتابیں DISPLAY کی جائیں گی۔ ان کے ساتھ سنسکرت کی بھی سو کتابیں ہوں گی۔ بچوں کی کتب اور پاکٹ بکس کے لئے الگ اہتمام ہوگا۔ انھیں بھی ایک ایک ہزار کی تعداد میں نمائش کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔

میلے کے بین الاقوامی سیکٹر میں وہ کتابیں DISPLAY کی جائیں گی جو کہ ہمارے دوست ممالک نے ہندوستان پر اور ہندوستان سے متعلق شائع کی ہیں۔ ان کے ساتھ ہی ان منتخب کتابوں کی نمائش کا بھی اہتمام کیا جائے گا جو اپنی طباعت اور گٹ اپ میں بے مثال ہوں گی۔

اس میلے میں اس بات کا بھی اہتمام کیا گیا ہے کہ ناشرین بے بنائے اسٹال کرائے پر لے کر یا زمین لے کر اپنے پویلین بنائیں جہاں وہ اپنی مطبوعات کی نمائش کے ساتھ ساتھ دوسرے ممالک جیسے امریکہ، روس، انگلینڈ، فرانس، فیڈرل جرمنی، ڈیموکریٹک جرمنی، آسٹریا، آئرلینڈ، یونان، جاپان، ہنگری، زیکوسلواکیہ، شمالی کوریا اور ایران کے ناشرین بھی حصہ لے رہے ہیں۔ ان کے ساتھ ہی یونیسکو پریس، کے اشاعتی ادارے اور W.H.O. نے بھی شمولیت کا وعدہ کیا ہے اس بات کی پوری توقع ہے کہ غیر ملکی ناشرین کی ایک بڑی تعداد اس میلے میں نظر آئے گی۔

بہت سے ہندوستانی ناشرین اپنی مطبوعات کی نمائش اور فروخت کے لئے اس میلے میں اپنے اسٹال محفوظ کرا چکے ہیں۔ ایسے ناشرین کے لئے جن کی مالی حالت زیادہ اچھی نہیں ہے، سستے ریکس کا انتظام ہے، جن پر وہ اپنی مطبوعات کو DISPLAY کر سکتے ہیں۔

پنجاب، مدھیہ پردیش، اترپردیش، آندھرا پردیش، تامل ناڈو، کیرالا، مہاراشٹر، میسور، اڑیسہ اور آسام کی ریاستی حکومتیں بھی اپنے طور پر اس میلے میں شریک ہو رہی ہیں۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ آر اور وزارت اطلاعات و نشریات کے اشاعتی ادارے بھی بڑے پیمانے پر حصہ لے رہے ہیں۔ وزارت تعلیم و سماجی بہبود سے متعلق سب ہی ادارے اس میلے میں شرکت کر رہے ہیں اور امید کی جاتی ہے کہ تقریباً ایک سو پچاس غیر ملکی ناشرین اور کتب فروش بھی اس عالمی کتابی میلے میں حصہ لیں گے۔

بین الاقوامی سیمینار:

پیپر بیکس یعنی پاکٹ بکس کے قبول عامہ حاصل کرنے کی اہمیت کے پیش نظر 'کتابیں، لاکھوں کے لئے' عنوان کے تحت ۱۹ تا ۲۱ر مارچ ۱۹۷۲ء ایک بین الاقوامی سیمینار بھی کیا جائے گا۔ یہ سیمینار ترقی یافتہ ملکوں کو اپنے عوامی اشاعتی پروگرام پر نظر ثانی کرنے میں مدد دینے کے ساتھ ساتھ ترقی پذیر اور زیر ترقی ممالک کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگا۔ یونسکو ایگزیکٹیو بورڈ کے صدر، شری پریم کرپال اس سیمینار کا افتتاح کریں گے۔ ہندوستان اور غیر ممالک کے اہم نمائندے اس سیمینار میں حصہ لیں گے۔

نیشنل رائٹرز کیمپ:

نیشنل بک ٹرسٹ اب تک چار رائٹرز کیمپ میسور، مدراس، شملہ اور پونا میں قائم کر چکا ہے جہاں مختصر گروپوں میں انگریزی اور ہندوستانی زبانوں کے ادیبوں نے جمع ہو کر عصری ادب سے متعلق مختلف زاویوں پر بحث و مباحثے کئے۔ ان ریجنل رائٹرز کیمپ کی تکمیل کے لئے ایک نیشنل رائٹرز کیمپ عالمی کتابی میلے کے دوران ۲۷ تا ۳۱ر مارچ ۱۹۷۲ء کیا جا رہا ہے۔ اس کیمپ میں انگریزی اور ہندوستان کی مختلف اہم زبانوں کے تقریباً سو مشہور قلم کار شرکت کر رہے ہیں۔ کئی سیشن پر مشتمل اس پروگرام میں 'ہندوستانی ادب میں ہندوستانیت'، 'احتجاجی ادب'، 'ادیب ایک ذریعہ تغیر' اور 'ہندوستانی ادب و عصری دور' جیسے موضوعات پر مختلف قلمکار اپنے مقالات پیش کریں گے۔ روس اور زیکوسلواکیہ کے ادیب بطور مشاہد اس کیمپ میں حصہ لیں گے۔

کتابی ہفتہ:

عالمی کتابی میلے کی انفرادیت کی اہمیت کے پیش نظر ملک بھر میں ۱۸ تا ۲۴ر مارچ کتابی ہفتہ منایا جائے گا۔ کتابی ذہن بنانے کے لئے اس دوران زبردست پبلسٹی کی جائے گی۔ دانش گاہیں (UNIVERSITIES) اور دوسرے تعلیمی ادارے، لائبریریاں اور ثقافتی انجمنوں سے گزارش

کی گئی ہے کہ وہ ایسا ماحول پیدا کرنے میں مدد دیں جس سے لوگوں میں کتابیں خریدنے اور پڑھنے کی دلچسپی پیدا ہوسکے۔ ریاستوں کے رابطۂ عامہ کے اداروں سے بھی گزارش کی گئی ہے کہ وہ اپنی زیرِ نگرانی چلنے والے تعلیمی درسگاہوں میں کتابی ہفتہ خصوصی پروگراموں کے ساتھ منائیں۔ ناشرین اور تاجرانِ کتب کی فیڈریشن نے طے کیا ہے کہ اس ہفتے کے دوران فروخت ہونے والی کتابوں پر ۱۰٪ کی عمومی چھوٹ بھی خریدار کو دی جائے گی۔ آل انڈیا ریڈیو اس سلسلے میں خصوصی پروگرام نشر کرے گا اور محکمۂ ڈاک و تار بڑے بڑے شہروں میں اس ہفتے کے خصوصی نعرے کے ساتھ ایک یادگاری ٹکٹ کا اجرا کرے گا۔

ثقافتی پروگرام:

ہندوستانی کلچر کے نمائندہ پروگرام اس عالمی کتابی میلے کے دوران پیش کئے جائیں گے جن میں بین الاقوامی شہرت یافتہ فنکار اپنے فنی کمالات کا مظاہرہ کریں گے۔ کچھ اہم آئٹم درج ذیل ہیں:

۱۹ر مارچ: بسم اللہ خاں اپنی پارٹی کے ساتھ شہنائی کا پروگرام پیش کریں گے۔

۲۰ر مارچ: ستیہ نرائن اور ان کا گروپ 'کوچی پوڈی' رقص کا مظاہرہ کرے گا۔

۲۱ر مارچ: امجد علی خاں سرود نوازی کریں گے۔

۲۲ر مارچ: پدما سبرامنیم بھارت ناٹیم پیش کریں گی۔

۲۳ر مارچ: مختلف پبلشر بچوں کی کتابوں کی نمائش کریں گے اور اسی دن بچوں کی ایک بین الاقوامی شام منائی جائے گی۔

۲۴ر مارچ: آل انڈیا ریڈیو کا نیشنل آرکسٹرا اپنی دھنیں پیش کرے گا۔

۲۵ر مارچ: ڈاکٹر ایل۔ این۔ لال کا لکھا ہوا ہندی ڈراما سوریہ مکھ شری ای۔ القاضی اسٹیج کریں گے۔

کانفرنس لائبریری ایسوسی ایشن:

لائبریری ایسوسی ایشن آف انڈیا کی سہ روزہ سالانہ کانفرنس ۲۴تا ۲۶ر مارچ میلے میں ہی کی جائے گی جس میں اہم نمائندے شریک ہوں گے۔ لائبریریوں اور کتابی مارکیٹ پر ایک سیمینار بھی اس موقع پر لائبریری ایسوسی ایشن کے تحت کیا جائے گا۔

ٹریننگ کورسز:

بین الاقوامی کتابی سال کی تقریبات میں اضافہ کرتے ہوئے ہندوستان کے ناشرین اور تاجرانِ کتب کی فیڈریشن نے عالمی کتابی میلے کے دوران دو ٹریننگ کورسز شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ پہلا بک سیلرز ٹریننگ کورس ہے اور دوسرا پبلشنگ مینجمنٹ کورس ہے۔ یہ دونوں کورس وزارتِ تعلیم کی مدد سے فیڈریشن چلائے گی۔

غیر ممالک میں ہندی کتابوں کی مقبولیت اور ترویج کے لئے اکھل بھارتیہ ہندی پرکاشک سنگھ بھی یکم اپریل کو ایک سیمینار کرے گا جس کا افتتاح شری ڈی۔ پی۔ یادو نائب وزیرِ تعلیم فرمائیں گے۔ دوپہر میں ڈھائی بجے 'ہندوستان میں کاغذ کی کمی' کے لئے ایک سمپوزیم منعقد کیا جائے گا جس کا افتتاح صنعتی ترقی کے نائب وزیر شری سدھیشور پرشاد کریں گے۔ وزارتِ تعلیم، فیڈریشن آف پبلشرز اینڈ بک سیلرز ایسوسی ایشن ان انڈیا اور ٹرسٹ نے بہت سے ناشرین اور تنظیموں کو عالمی کتابی میلے میں شریک ہونے کی دعوت دی ہے۔ کچھ ڈیلی گیشنز ثقافتی تبادلہ کے پروگرام کے تحت ہندوستان آرہے ہیں۔ پوری پوری امید ہے کہ اس میلے میں روس، زیکوسلواکیہ، جی۔ ڈی۔ آر، فیڈرل جرمنی، ہنگری، برازیل، امریکہ، بلغاریہ، فرانس، مصر، گھانا، سوئٹزرلینڈ، افغانستان، ایران، ماریشس، زیمبیا، تنزانیہ، کینیا، ایتھوپیا، لنکا، نیپال اور بنگلہ دیش کے نمائندے شرکت کریں گے۔

غرضکہ یہ عالمی کتابی میلہ اپنی انفرادیت، اہمیت اور رنگارنگ دلچسپ ثقافتی پروگراموں کے سبب ہر طرح سے قابلِ دید ہوگا اور دیکھنے والے برسہا برس تک اس میلے کو فراموش نہ کرسکیں گے!

مرزا سعید الظفر چغتائی

امید کے خوابوں کا جہاں

ایسے خواص بہت کم ہیں جنھیں ہاتھ آئیں
علم و حکمت کے گہر، فکر و نظر کے موتی
ہم تو مزدور ہیں اور کوہ کنی کرتے ہیں
اس سے اب ہوش نکل آئے کہ جاسوس کوئی
ہم کو اس بات سے مطلب نہ سروکار ہی ہے
اور ہوں گے کوئی شیریں کے تصور والے!

اس نئے دور میں کتب خانے کی الماری کے پاس
مجھے وہ چہرے نظر آئے جو روشن روشن،
سخت حیران ہوا! الفاظ کے انبار تلے
پس کے بھی کیسے معانی نے نہیں دم توڑا؟
وہ لب و ذہن جو ہو جاتے ہیں خشک اور اداس
خشک افسردہ کتابوں کے ورق گن گن کے
کس طرح زندہ ہیں؟ کیوں کھلتی ہیں کلیاں دل کی؟
کیسے زنداں میں نسیم سحری آتی ہے؟
آدم و حوا میں کیوں زندہ ہے احساسِ گناہ
ہر جہنم میں جو تعمیر کرے باغِ عدن؟
سرزمیں یہ تو ہے نفرت کے پرستاروں کی
اس میں اک گوشہ محبت کے لئے بھی کیوں ہے؟!
فکر پہ، ذہن پہ، احساس پہ قدغن ہے کبھی
اور فضاؤں کا گلا گھونٹ دیا جاتا ہے
پھر بھی کیا بات ہے بجھتا نہیں دل کا شعلہ
اور اجڑتا نہیں امید کے خوابوں کا جہاں؟

مراسلات

زبان وادب کے مسائل

انسانی زندگی میں "علم" کی حیثیت لازم و ملزوم کی ہے بغیر اس کی روشنی کے انسان نہ صرف یہ کہ صحیح انداز سے سوچ اور سمجھ سکتا ہے بلکہ وہ دنیا کی اندھیری راہوں میں خود کو لغزش سے محفوظ بھی نہیں رکھ سکتا — ہر زبان کی ایک خاص قدر اور اپنا ایک خاص مزاج ہوتا ہے، اس کے ادب میں "اس کا کلچر، اس کی تہذیب — اور ماضی کے عمدہ نقوش محفوظ ہوتے ہیں" جس طرح نئی نسل قوم کے سنہرے کارناموں کے بکھرے تاروں کو سمیٹ کر یکجا کرتی ہے اور اپنی پرخلوص کوششوں سے نیا اضافہ بھی کرتی ہے، ٹھیک اسی طرح نئی نسل کا مخلص ادیب، اپنے بزرگوں کے ادبی شہ پاروں کی حفاظت کرتا ہے، اس کے قدر و قیمت کا مقام متعین کرتا ہے اور اپنے جدت طراز قلم سے اثاثہ ادب میں نئے اور انوکھے اضافے بھی کرتا ہے۔

ادبی فنکار اپنی زبان و ادب کی دین ہوتے ہیں۔ زبان جس قدر روشن ہوگی اس کا ادب اتنا ہی معیاری ہوگا — ہر زبان کا اپنا رسم الخط ہوتا ہے۔ جس طرح کوئی بھی انسان، اپنے چہرہ کو بدلنے پر راضی نہیں ہوگا۔ خواہ اسے دنیا کی دولت ہی کیوں نہ دیدی جائے۔ اسی طرح کوئی بھی معیاری زبان اپنا رسم الخط نہیں بدل سکتی۔ کیونکہ اس کا "تصور" ہی "خودکشی" کی طرف ذہن کو لے جاتا ہے۔

کسی زبان و ادب کے معیار کو برقرار رکھنے میں، اس کے بولنے، سمجھنے اور لکھنے والے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ مگر کیا کوئی زبان اس وقت بھی، اپنا معیار قائم رکھ سکے گی، اس کا ادب اپنے وقار کو قائم رکھ سکے گا، جب اس سے متعلق افراد چراغ سحری کے مانند ہوں۔ یہ ایک سوال ہی نہیں بلکہ ایک مسئلہ بھی ہے، جو ہمیں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے اور اس موضوع پر سوچتے وقت، کسی بھی حالت میں ہم "علمی درسگاہوں" کو نظر انداز نہیں کر سکتے کیونکہ یہی زبان و ادب کے فروغ میں، براہ راست یا بالواسطہ حصہ لیتی ہیں اور یہیں سے "علم" کی "روشنی" لے کر نکلنے والے، زبان و ادب کے معمار ہوتے ہیں۔

محترم آل احمد سرور نے "میراصفحہ" میں، ایک سنگین مسئلہ کی جانب نشاندہی کی اور ایک اہم اور غور طلب موضوع پر قلم اٹھایا ہے انھوں نے نہایت بیباکی سے اپنے مشاہدہ کی روشنی میں، یہ الفاظ قلم بند کئے ہیں:

"مجھے اکثر یونی ورسٹیوں میں اردو کے شعبوں کے لئے استادوں کے تقرر کی کمیٹیوں میں شرکت کا اتفاق ہوتا ہے۔ اکثر امیدواروں .... سے اگر اشعار کے معنی پوچھے جائیں یا فسانۂ عجائب کی نثر کی وضاحت کرائی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ بعض تو شعر موزوں بھی نہیں پڑھ سکتے اور بہت سے اشعار کی شرح کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ فسانۂ عجائب کی نثر کی وضاحت تو در کنار بعض لوگ تو صحیح عبارت بھی نہیں پڑھ پاتے"[1]

وہ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"یونی ورسٹی کے استاد اور اردو کے کارکن مل کر ابتدائی اور ثانوی منزل پر اردو کے لئے مناسب نصاب اور باصلاحیت استادوں کے تقرر پر زور دیں"

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ درسگاہوں میں، باصلاحیت استادوں کی جگہ ایسے استادوں کی کثرت ہے جن کے پاس سنہری ڈگریاں ہیں مگر جڑیں کھوکھلی ہیں۔ اہل نظر اس امر سے بخوبی واقف ہیں، تعلقات کی بنا پر اچھی پوزیشن، دیدینا اور انتقاماً ذہین طلبہ کو گڈھے میں گرا دینا آج کے استادوں کا شعار بن گیا ہے (کچھ اگر مستثنیٰ ہیں تو ان کی مقدار آٹے میں نمک سے بھی کم ہے) نتیجہ ظاہر ہے اچھے اردو طلبہ میں مایوسی کی لہر پھیل رہی ہے اور کند ذہن درسگاہوں میں اونچی کرسیاں پا رہے ہیں۔ یہ امیدوار، استاد بن کر اچھے ادیب پیدا کر سکیں گے — ؟ کیا یہ سوچنے کی ضرورت نہیں کہ وہ کس طرح اعلیٰ ڈگری کے حقدار ٹھہرے ہیں؟ کیا اس بدعنوانی کے روک تھام کی ضرورت نہیں ؟ اردو کا معیار اتنا پست ہو گیا ہے، آخر ایسا کیوں — ؟ یہ اساتذہ قوم کے نونہالوں کو کس سمت لے جائیں گے؟ کیا اس پر غور و فکر کی ضرورت نہیں ہے — ؟

ہمیں ذہن میں ابھرنے والے ان خیالات کا جو اہم سوالات کی حیثیت رکھتے ہیں، جواب چاہئے۔ اور یہ جواب، ماہر تعلیم دیں، نہ صرف جواب دیں بلکہ اس مسئلہ کو کس طرح سلجھایا جا سکتا ہے، اس کی نشاندہی بھی کریں، ساتھ ہی قارئین ہماری زبان، بھی اس مسئلہ پر اظہار خیال فرمائیں، تاکہ ہمیں کوئی ایسی روشنی مل سکے، جو ہمارے مستقبل کو جگمگا دے۔

سرور صاحب کا یہ کہنا کہ "ہمیں صرف کتاب خواں ہی نہیں، صاحب کتاب بھی درکار ہیں" یہ ایک صداقت پسند نقاد اور محب ادب کی آواز ہے جس پر لبیک کہنے کی ضرورت ہے۔ بغیر صداقت کا سامنا کئے ہوئے، ہم ان اندھیری گھاٹیوں سے نہیں گزر سکتے، جو ہماری تقدیر بنتی جا رہی ہیں اور ہمارا تساہل ممکن ہے ہماری غفلت کے چراغ (زبان و ادب) کی آخری "لو" کو بھی بجھا دے۔

---

[1] ہماری زبان ۲۲ر فروری ۷۷ء

ایم۔ اے نصر

ڈائریکٹر خط و کتابت اردو کورس جامعہ ملیہ اسلامیہ کے نام چند خطوط

(۱)

خدمتِ اقدس میں عرض ہے کہ بندہ شروع ہی سے آپ کے اردو کورس کا ثناخواں ہے۔ ناچیز ان لوگوں میں سے ہے جو پنجابی یونیورسٹی پٹیالہ کے پنجابی پردیپکا اور مرکزی حکومت کے ہندی پردیش کے مراسلاتی نصاب کو دیکھ کر تمنا کیا کرتا تھا کہ کاش اردو میں بھی مراسلاتی نصاب شروع ہوتا، خدا خدا کر کے تمنا پوری ہوئی، لیکن کام کی روش سے میں اور مجھ سے ہزاروں بالکل مطمئن نہیں۔

آپ کے نام اراکین کے جو خطوط آتے ہیں ان میں سے چیدہ چیدہ خطوط ہماری زبان میں شائع ہوتے ہیں، پہلی سہ ماہی رپورٹ ہماری زبان، الجمعیۃ میں دیکھی تھی، قبلہ آلِ احمد سرور صاحب نے ایک اداریہ بھی مذکورہ ادارہ کے متعلق لکھا اور اس نصاب کو ہر طرح کامل و اکمل بتایا۔ اب جب کہ دوسری سہ ماہی رپورٹ شائع ہو رہی ہے (رپورٹ کی ایک کاپی قبلہ استاذی المحترم مفتی ضیاء الحق صاحب کے پاس آج ہی دیکھی ہے) میرا دل چاہتا ہے کہ آپ کے کورس کے متعلق چند معروضات پیش کروں۔

آپ نے شروع میں یہ کیا کہ کورس کا اعلان بالکل مفت کا کیا چند ماہ کے بعد دو روپے برائے رسل و رسائل لینا شروع کیا، آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ دو روپے آج کل پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتے جو شوقین ہوں گے وہ چالیس پچاس خرچ کرنے میں دریغ نہ کریں گے اور جنھیں شوق نہیں ان کے لئے کورس مفید نہیں، مرکزی وزارت تعلیم کا ہندی پردیش دو سالہ ہے ہر سال میں روپے فیس کے لگتے ہیں، نصاب کی تکمیل کے بعد ہند و بیرونِ ہند مختلف مراکز پر امتحان ہوتا ہے اور کامیابی پر سند دیتے ہیں، پٹیالہ کے پنجابی پردیپکا کی مدت تعلیم ایک سال ہے امتحان میں کامیابی کے بعد گیانی "HONOURS IN PUNJABI" کے مراسلاتی نصاب یا پرائیویٹ امتحان میں شرکت کی جا سکتی ہے، پنجابی پردیپکا کی فیس پچاس روپے تین قسطوں میں ہے، اب آپ ہی بتائیے کہ پنجابی والے ایک سال میں اتنا سکھا دیتے ہیں کہ طالب علم گیانی جیسے موقر امتحان میں شریک ہو سکے اور ہم کیا کر رہے ہیں؟ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ کے ادارہ نے جو کتابیں مرتب کی ہیں وہ ناقص ہیں بلکہ اس میں تمرینات کا نہ ہونا بری طرح کھٹکتا ہے، ہندی والے ایک ماہ میں آٹھ فل سکیپ سائز صفحات پر مشق کراتے ہیں آپ ایک ماہ میں چار صفحات مشق کرائیے اور یہ کیجیے کہ مشق کے حاصل کردہ نمبرات میں پانچ فی صدی امتحان کے پرچے میں جوڑئیے اس سے یہ ہوگا کہ لوگوں کے اندر رغبت پیدا ہوگی۔

مذکورہ کورس کی تعلیم ختم ہونے پر سب امیدواروں کا امتحان بھی ہونا چاہیے اور کامیابی پر اردو خواں، اردو داں، یا کسی کام کا سارٹیفکٹ ضرور دیجئے، اگر خدا توفیق دے فاضل اردو کا مراسلاتی نصاب جاری کریں، پنجاب، پنجابی اور گرو نانک یونیورسٹیوں میں عربی، فارسی اور اردو کے فاضل، عالم کے امتحانات پرائیویٹ ہوتے ہیں لیکن مراسلاتی نصاب صرف پنجابی کا ہے۔ اگر اس خط میں کوئی بات خلاف ادب تھی دامنِ عفو میں چھپا کر جواب عنایت فرمائیں۔

دہلی۔ • رحمت اللہ فاروقی

(۲)

آپ کے خط و کتابت اردو کورس منصوبہ کے بابت خوشی ہوئی۔ اس کورس کے ذریعہ طلبہ کو اردو سکھانے کے لئے اس اسکول میں ایک مرکز URDU SOCIAL CENTRE قائم کیا گیا ہے جس میں اردو سیکھنے والے طلبہ کی تعداد کم سے کم پچاس ہے۔ اس لئے برائے کرم آپ پچاس داخلہ فارم بھیجنے کا قصد کریں۔ تاکہ ان طلبہ کی فیس آپ کے یہاں داخل کر کے انھیں ممبر بنوایا جائے۔ ساتھ ہی داخلے کے قانون اور پروسپکٹس بھی بھیجیں۔ ہندی یا کسی دوسری زبان کے ذریعے اردو سکھانے کا یہ پلان امید ہے بہتر ثابت ہوگا۔

راجستھان۔ • ممتاز خاں قریشی

(۳)

ہفتہ وار اخبار "نشیمن" بنگلور مورخہ ۲۲ر جنوری ۱۹۷۲ء میں جناب کا شائع فرمودہ اشتہار صفحہ ۴ کالم ایک پر پڑھا اس میں مندرجہ ذیل عبارت تھی:
"خط و کتابت اردو کورس۔ اردو نہ جاننے والوں کے لئے گھر بیٹھے ہندی کے ذریعہ اردو کی مفت تعلیم۔ کتابیں بھی ایک ایک کر کے مفت دی جاتی ہیں۔ البتہ پورے کورس کا ڈاک خرچ دو روپے ہے جو داخلہ فارم کے ساتھ آنا چاہیے۔ داخلہ جاری ہے نصاب تعلیم اور داخلہ حاصل کرنے کا پتہ۔ ڈائریکٹر خط و کتابت اردو کورس جامعہ ملیہ اسلامیہ جامعہ نگر نئی دہلی نمبر ۲۵"

لہٰذا عرض ہے کہ براہ کرم نصاب تعلیم اور فارم داخلہ چار عدد فی الحال اشد ضروری ہیں ارسال فرما کر ممنون و مشکور فرمائیے ہمارے یہاں کئی حضرات ہندی کے ذریعہ اردو سیکھنے کے خواہش مند ہیں امید قوی ہے کہ یہ کام شروع ہونے پر انشاء اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ امیدوار داخل ہوں گے فقط والسلام

مدھیہ پردیش۔ • قاضی مقبول حسن عثمانی

(۴)

خط و کتابت کے ذریعہ اردو کی مفت تعلیم کا اشتہار ہفتہ وار نشیمن میں باصرہ نواز ہوا۔ میں کئی مقامی دینی، سماجی، سیاسی اور تعلیمی اداروں سے وابستہ ہوں اور اردو کی تعلیم کو ہر دلعزیز بنانے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتا ہوں۔ میں چاہوں گا کہ آپ کی مدد سے یہاں چند بالغان اردو سے بہرہ ور ہو جائیں۔ اور اس سلسلے میں جناب کے مشوروں کا منتظر رہوں گا۔ تمام تر تفصیلات پتہ بالا پر روانہ فرمائیں۔

• نیاز کش

اردو میڈیم اسکولوں کے امتحان اردو میں

لکھنؤ۔ ڈائریکٹر تعلیمات نے اردو میڈیم اسکولوں کے امتحانات کے سلسلہ میں وہ تجویز منظور کرلی ہے جو کانپور اردو میڈیم اسکولوں کے ذمہ داروں اور پرنسپلوں نے ایک بورڈ بناکر اردو میڈیم اسکولوں کے ڈائریکٹر کو درخواست کی شکل میں پیش کی تھی۔ اس تجویز کی رو سے اب اردو میڈیم اسکولوں کے درجہ پنجم کے امتحانات اس بورڈ کی نگرانی میں ہوا کریں گے۔

اب تک ان اسکولوں کے درجہ ۵ کے امتحانات ہندی میں لئے جاتے تھے۔ اور چونکہ ان اسکولوں کا ذریعہ تعلیم اردو ہے اور ہندی صرف درجہ سوم سے پڑھائی جاتی ہے۔ اس لئے بچوں کو امتحان دینے میں بہت دشواری ہوتی تھی اور بہت سے اچھے طالب علم فیل ہوجاتے تھے۔ اب اس فیصلہ کے مطابق یہ امتحان اردو میں ہی ہوا کریں گے۔

اس سلسلے میں ایک وفد جناب حیات اللہ انصاری کی سرکردگی میں ڈائریکٹر تعلیمات سے ملا تھا۔ وفد نے صحیح صورت حال ان کے سامنے پیش کی اور ڈائریکٹر صاحب نے بورڈ کی تجویز کی معقولیت کے پیش نظر اس کو منظور کرلیا۔ • قومی آواز لکھنؤ

اردو کے لئے ۱۹۴۷ء والی پوزیشن کا مطالبہ

لکھنؤ۔ محبان اردو کے ایک جلسہ میں جو اردو اکاڈمی کی رابطہ کمیٹی کے کنوینر جناب جگدیش لال ساتھی ایم۔ ایل۔ سی نے بلایا تھا۔ حکومت یو۔ پی سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ زبان سے متعلق قانون میں ترمیم کرکے اردو کی وہ پوزیشن بحال کردے جو اسے ۱۹۴۷ء تک حاصل تھی۔ اور حکومت کی دی ہوئی سہولتوں پر عمل درآمد کے لئے قانونی ضمانت دے نیز ان افسروں اور اداروں کے خلاف کارروائی کی جائے جنھوں نے اس سلسلے میں کوتاہی کی ہے۔

ایک دوسرے رزولیوشن میں کہا گیا کہ آئندہ جولائی سے بیسک اسکولوں میں اردو کی تعلیم لازمی قرار دی جائے اور نصابی کتابوں کی فراہمی کا معقول انتظام کیا جائے۔ ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی نے جلسے کی صدارت کی۔ • قومی آواز، لکھنؤ

تلنگانہ بننے پر اردو کے ساتھ غیر معمولی مراعات

ورنگل۔ سمپورن تلنگانہ پرجا سمیتی کے امیدوار جناب بھوپتی کرشنا مورتی نے اپنے انتخابی جلسوں میں اعلان کیا ہے کہ تلنگانہ کے قیام کے بعد اس علاقہ کی دوسری علاقائی زبان کی حیثیت سے اردو کو نہ صرف شامل کیا جائے گا بلکہ اردو کے لئے خاص فنڈ قائم کرکے تلنگانہ میں اردو یونیورسٹی اردو ذریعہ تعلیم کے میڈیکل اور انجینئرنگ کالج اور سائنس کالج قائم کئے جائیں گے سمیتی کے امیدوار عہد کرچکے ہیں کہ تلنگانہ میں اردو کو اس کا جائز مقام دلایا جائے گا۔

• رہنمائے دکن

اردو کے ساتھ زبانی ہمدردی سے کام نہیں چلے گا

حیدرآباد۔ جناب بدری وشال پتی نے ایک انتخابی جلسے میں اس بات کا مطالبہ کیا ہے کہ آندھرا پردیش میں تلگو کے ساتھ اردو کو بھی سرکاری زبان کا حق دیا جانا چاہئے۔ ریاست کے دور میں اردو سرکاری زبان رہ چکی ہے اور جامعاتی سطح پر مادری زبان کی حیثیت سے اردو کامیاب زبان ثابت ہوئی ہے اور سابق حکومت حیدرآباد میں انجینئرنگ اور ڈاکٹری کی اعلیٰ تعلیم اردو زبان میں ہی دی جاتی تھی۔ اردو زبان میں اعلیٰ نصاب موجود ہے اور حکومت اس سے پوری طرح استفادہ کرسکتی ہے۔ لیکن آندھرا پردیش کے قیام کے بعد اردو زبان کے ساتھ حکومت نے صرف زبانی ہمدردی

فارم ۱۷

(دیکھو رول ۸)

اخبار ہماری زبان

علی گڑھ

۱۔	مقام اشاعت	سلطان جہاں منزل علی گڑھ
۲۔	نوعیت اشاعت	ہفتہ وار
۳۔	نام پرنٹر	سید تفضل حسین ایم اے
	قومیت	ہندوستانی
	پتہ	انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ
۴۔	نام پبلیشر	سید تفضل حسین ایم اے
	قومیت	ہندوستانی
	پتہ	انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ
۵۔	نام ایڈیٹر	آل احمد سرور
	قومیت	ہندوستانی
	پتہ	شبلی روڈ علی گڑھ
۶۔	نام و پتہ مالک اخبار	انجمن ترقی اردو ہند سلطان جہاں منزل علی گڑھ

میں سید تفضل حسین تصدیق کرتا ہوں کہ جو معلومات اوپر دی گئی ہیں وہ میرے علم و یقین میں صحیح ہیں۔

۱۵ر مارچ ۱۹۷۲ء

سید تفضل حسین ایم اے

ظاہر کی اور ابھی تک بھی کوئی انصاف نہیں کیا گیا جس کے باعث سیکڑوں اردو داں گریجویٹ اور قانون داں بیروزگاری کا شکار ہو گئے۔

— سیاست حیدرآباد

دہلی یونی ورسٹی میں اردو ترجمہ کا سیمینار

دہلی: شعبۂ اردو دہلی یونی ورسٹی کی طرف سے ترجمے کے مسائل پر ایک سیمینار ٹیگور ہال ٹیوٹوریل بلڈنگ میں زیر صدارت پروفیسر محمد مجیب وائس چانسلر جامعہ ملیہ اسلامیہ منعقد ہوا۔ جلسے کا آغاز پروفیسر خواجہ احمد فاروقی صدر شعبہ ہٰذا کی تقریر سے ہوا جس میں انھوں نے اردو میں ترجمے کے اہم مسائل کی نشان دہی کی اور اس کورس کے نصاب کا خصوصی ذکر کیا جو دہلی یونی ورسٹی نے اردو میں ترجمہ کے پوسٹ ایم۔ اے ڈپلوما کے نام سے سنہ ۱۹۷۰ء سے شروع کیا ہے۔ پروفیسر فاروقی نے کہا کہ جدید ہندوستانی زبانوں میں اردو میں ترجمے کی روایت سب سے قدیم اور سب سے شاندار ہے۔ انھوں نے شمس الامرا کبیر ثانی۔ فورٹ ولیم کالج، قدیم دلی کالج۔ اشپرنگر کے دار الترجمہ۔ سرسید کی سائنٹفک سوسائٹی۔ ورناکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی، رڑکی انجینئرنگ کالج۔ انجمن پنجاب۔ جامعہ عثمانیہ، شبلی اکاڈمی، جامعہ اکاڈمی۔ انجمن ترقی اردو ہندوستانی اکاڈمی۔ ساہتیہ اکاڈمی۔ آل انڈیا ریڈیو، ندوۃ المصنفین اور ترقی اردو بورڈ کی اداری کوششوں کا جائزہ لیا اور کہا کہ اس سرمایہ میں جو عناصر مستقبل کے لئے فائدہ مند ہوں ان سے نئے مرقع میں رنگ بھرا جائے۔

پروفیسر محمد مجیب نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا "مجھے تعجب بھی ہے اور خوشی بھی کہ آپ نے مجھے مترجمین میں شمار کیا اور ترجموں کے میدان میں میری کوششوں کو لائق اعتنا سمجھا۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے اردو ترجمہ ہی کے ذریعہ سیکھی ہے۔ سب سے پہلا اردو ترجمہ میں نے اپنے ایک انگریزی افسانے "پتھر" کا کیا تھا جو جرمنی میں لکھا گیا تھا۔ اردو زبان اور اردو ترجمے دونوں کی طرف مجھے ڈاکٹر سید عابد حسین نے متوجہ کیا جو برابر مجھ سے اردو میں گفتگو کرتے تھے اور میں اردو بولنے کی مشق نہ ہونے کی وجہ سے کبھی کبھی ان سے ملنے سے کتراتا تھا۔ انھوں نے میری کتاب روسی ادب کی بھی اصلاح کی تھی۔ جواہر لال نہرو کی آپ بیتی کے چند صفحات اور مولانا آزاد کی کتاب انڈیا ونس فریڈم کے ترجموں کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر مجیب نے کہا کہ اصل مصنف کے خیالات جتنے واضح ہوتے ہیں ترجمہ اتنا ہی آسان ہوتا ہے۔ حقیقت ہے کہ اصل مصنف کے ذہن کی گنجلک اور اس کی فکر اور اظہار کی ناکامی ترجمہ کرتے ہوئے بڑی آسانی سے پکڑی جا سکتی ہے۔ آخر میں انھوں نے ایملی ڈکنسن کی بعض انگریزی نظموں سے اردو ترجمے اور غالب کے بعض اشعار کے انگریزی ترجمے سنائے جو بہت پسند کئے گئے۔

پروفیسر محمد حسن نے "ترجمے کی نوعیت اور مقاصد" پر اپنے مقالے میں کہا کہ ترجمے کے تین مقاصد ہو سکتے ہیں۔ معلوماتی، تہذیبی اور جمالیاتی اور ترجمہ کرتے وقت ان مقاصد کو سامنے رکھنا ضروری ہے ترجمہ دراصل، اصل تصورات کی تہذیبی نو آبادکاری ہے کیونکہ مصنف الفاظ اور علامتوں کو ایک مخصوص تہذیبی سیاق میں پیش کرتا ہے جب کہ مترجم انھیں مختلف تہذیبی پس منظر میں ڈھالنے پر مجبور ہے انھوں نے کہا زبانوں کی زندگی کا دار و مدار ان کے مفید ہونے پر ہے اگر کوئی زبان موجودہ دنیا کے علمی سرمائے کو اپنے قارئین کے لئے پیش نہیں کر سکتی تو وہ مردہ ہو جائے گی۔ اس لئے بنیادی طور پر اردو والوں کے لئے ترجمہ کا مسئلہ زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔

جناب شہباز حسین ایڈیٹر آج کل نے اردو میں ترجمے کے مسائل پر روشنی ڈالی انھوں نے کہا کہ روزانہ استعمال ہونے والی اصطلاحات کا ایک ہی ترجمہ طے کر لینا چاہئے تاکہ اردو میں زیادہ سے زیادہ صحت گفتار اور صدق بیان پیدا ہو جائے سیکورٹی کونسل کے لئے حفاظتی کونسل سلامتی کونسل وغیرہ متعدد ترجمے رائج ہیں ان میں یکسانیت پیدا کرنا ضروری ہے انھوں نے اصطلاحات کی لغت کی اہمیت پر بھی زور دیا۔

ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی نے قرآن مجید کے اردو ترجموں کا جائزہ لیا اور سورہ فاتحہ کے جو ترجمے حضرت شاہ عبدالقادر، حضرت شاہ رفیع الدین۔ مولوی نذیر احمد، مولانا فتح محمد جالندھری، مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے کئے ہیں۔ ان کا تقابلی مطالعہ پیش کیا۔

ڈاکٹر صدیق الرحمٰن قدوائی ریڈر شعبہ اردو دہلی یونی ورسٹی نے فورٹ ولیم کالج اور خاص طور پر جان گل کرسٹ کے ترجموں کا جائزہ لیا انھوں نے یہ بھی کہا کہ گل کرسٹ ترجموں کو تدریس زبان کا ایک موثر ذریعہ جانتا تھا اور اکثر یہ بھی کرتا تھا کہ اردو سے انگریزی میں ترجمہ کرتا تھا انھوں نے جان گل کرسٹ کے بعض

منظوم ترجمے بھی سنائے۔

قدسیہ افضال ریسرچ اسکالر دہلی یونی ورسٹی نے وضع اصطلاحات اور اصطلاحات کے اردو ترجمے کی مختلف کوششوں اور ان کے مختلف اصولوں کا جائزہ لیا اور بتایا کہ وضع اصطلاحات اور ترجمۂ اصطلاحات کے وقت کون کون سے اصول سامنے رکھنے چاہئیں۔

آخر میں ڈاکٹر عبدالحق استاد شعبۂ اردو دہلی یونی ورسٹی نے شعبہ کی طرف سے صدر اور شرکائے جلسہ کا شکریہ ادا کیا۔

• ظہیر الحسن، سکریٹری

راجستھان میں مرزا غالب کی ۱۰۳ ویں برسی

اردو کے عظیم شاعر اور صاحب طرز انشاپرداز مرزا غالب مرحوم کی ۱۰۳ ویں برسی راجستھان میں منائی گئی۔ اس موقع پر آل انڈیا ریڈیو جے پور نے مخصوص پروگرام پیش کرکے مرزا غالب مرحوم کو خراج عقیدت پیش کیا۔ یہ تمام پروگرام جے پور کے علاوہ اجمیر، بیکانیر اور جودھپور سے بھی نشر کیے گئے۔ ایک فیچر پروگرام بعنوان "غالب ہیں نہ چھیڑ۔۔۔۔۔" نشر کیا گیا۔ فیچر کی تحریر میں مرزا غالب کے اشعار اور ان کے خطوط کی عبارات سے مدد لی گئی تھی اور حیات غالب کے اس پہلو کو اجاگر کیا گیا تھا جس میں وہ اپنی ناقدری کے شاکی اور تنگدستی کے شکار رہے تھے۔ • جوائنٹ سکریٹری جے پور

سیفیہ کالج بھوپال میں دو ممتاز شاعروں کا خیر مقدم

شعبۂ اردو سیفیہ کالج بھوپال میں ہندوستان کے دو ممتاز شاعر معین احسن جذبی اور غلام ربانی تاباں کا بڑی گرمجوشی سے خیر مقدم کیا گیا۔

پروفیسر عبدالقوی صاحب دسنوی نے مہمانوں سے درخواست کی کہ وہ ملک کے موجودہ سیاسی وسماجی حالات میں اردو کے مستقبل کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

جذبی صاحب نے متذکرہ موضوع کے بارے میں اختلافات کی گنجائش کا اظہار کرتے ہوئے "جدید شاعری" کے بارے میں اظہار خیال کیا۔ انھوں نے کہا کہ جدید شاعری کی بنیاد محض بغاوت پر ہے۔ یہ لوگ ہر مروجہ اور پرانی چیز سے بغاوت کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک نہ صرف مروجہ موضوعات ومضامین ہی قابل ترک ہیں بلکہ یہ اس کو بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ قدیم الفاظ اور معانی سے بھی گریز کیا جائے۔ انھوں نے کہا کہ کوئی زندہ زبان اپنے دور، اس کے تقاضوں اور ان سے پیدا ہونے والے مسائل سے گریز کرکے زندہ نہیں رہ سکتی۔ زبان کے مروجہ الفاظ ومعانی سے بغاوت اور اصطلاحات سے گریز ناممکن العمل ہے۔

تاباں صاحب نے "اردو کے مستقبل" پر روشنی ڈالی انھوں نے کہا کہ مکتبہ جامعہ سے متعلق رہنے کی وجہ سے انھیں جو عملی تجربے ہوتے ہیں، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اردو کی زبوں حالی میں اتنا حکومت کی پالیسی کو دخل نہیں ہے جتنا کہ خود محبان اردو کی عدم توجہی اور سرد مہری کا۔ انھوں نے کہا کہ مکتبہ جامعہ نے بہت سی قدیم وجدید کتابیں شائع کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اردو والوں کی سرد مہری کے باعث اگر کوئی کتاب تین سال میں ایک ہزار بھی بک جاتی تو اس کو غنیمت جانا جاتا۔ بیشتر کتابیں تو اتنی دیر میں فروخت ہوئیں کہ ان کی دوبارہ اشاعت کا ارادہ ہی ملتوی کرنا پڑ گیا۔

انھوں نے کہا کہ مجھے ایک بھی ایسا آدمی نہیں ملا جس نے اپنی آمدنی کا ایک فیصد حصہ ہی اردو کتب کی خرید پر صرف کرنے کا فیصلہ کر لیا ہو۔ اگر ہم اردو کتب کا مطالعہ اور ان کی خرید پر متوجہ ہو جائیں تو اس کا کافی حد تک مداوا کیا جا سکتا ہے۔ آخر میں دونوں مہمان شعراء نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ کیا۔

• عمر حیات خاں غوری

غزل سرائی کا مقابلہ

بزم ادب کے زیر اہتمام ماتا سندری کالج میں مسز کانتا گرو ور کی صدارت میں انٹر کالج غزل سرائی کا مقابلہ ہوا جس میں دہلی کے ان تمام کالجوں نے حصہ لیا جہاں اردو پڑھائی جاتی ہے۔ ججوں کے فیصلے کے مطابق شریمتی اندرا گاندھی ٹرافی جامعہ کالج جامعہ کے حصہ میں آئی۔ منفرد انعامات میں سے پہلا انعام ماتا سندری کالج کی طالبہ مس نکہت پروین کو ملا، دوسرا انعام ٹیچرس ٹریننگ کالج جامعہ کے انوار الحسن صاحب کو اور تیسرا انعام جامعہ کالج کی طالبہ مس مہ پارہ بیگم کو ملا۔

ڈاکٹر ذکیہ انجم صدر شعبۂ اردو، ماتا سندری کالج نے جلسے کے تمام انتظامات اور کارروائی کے فرائض بحسن وخوبی انجام دیے۔

• نامہ نگار

گلبرگہ میں یوم انیس

گلبرگہ، بزم اردو گورنمنٹ کالج کے زیر اہتمام محترمہ ہیبت شیرازی کی صدارت میں یوم انیس منایا گیا۔ جناب خواجہ کمال الدین، جناب سعد الدین قریشی، جناب وہاب عندلیب اور خود صدر جلسہ نے اپنے مضامین پیش کیے۔ جناب طیب انصاری صدر بزم نے یوم انیس منائے جانے کی غایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس عظیم المرتبت شاعر نے تاریخ کے سب سے زیادہ اندوہ ناک واقعہ کو دیدۂ تر سے دیکھا اور خون جگر سے قلم بند کیا ہے۔ • نامہ نگار

انجمن تعمیر اردو دلی کی طرف سے اعزازیہ جلسہ وشاعرہ

دلی:۔ انجمن تعمیر اردو دلی کے زیر اہتمام دلی کے ادباء وشعرا کی جانب سے اردو ہال میں جناب قاضی عبدالستار صاحب کا

خیر مقدم کیا گیا۔ انجمن کے سکریٹری جنرل جناب گلزار دہلوی نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ ابھی "قاضی صاحب موصوف کے ادبی مقام و منصب کا کوئی مناسب اور جائز اعتراف نہیں ہو سکا ہے۔ قاضی عبدالستار صاحب نے اپنی تقریر میں اردو تعلیم کے مستقبل سے کافی مایوسی ظاہر کی اور کہا کہ تقسیم ملک کے بعد اردو میں لکھنا عبادت ہے۔ اس میں کوئی مالی منفعت یا وسیع قدر افزائی کے مواقع مفقود یا محدود ہیں۔ اب اردو پڑھنا پڑھانا اور لکھنا ایک صبر آزما اور تبلیغی سا کام رہ گیا ہے۔ اپنے کلچر اور ادب کو فراموش بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے لئے غیر سرکاری کوششوں کی بھی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی سرکاری سرپرستی کی۔ اس کے بعد ایک مختصر بزم مشاعرہ منعقد ہوئی۔

• ریاض صدیقی

انجمن ترقی اردو کندوکور کا سالانہ اجلاس

کندوکور:۔ انجمن ترقی اردو کندوکور کا پہلا سالانہ اجلاس زیر صدارت شری شاپور نوشیر ضیائی صاحب منعقد ہوا۔ جناب پروفیسر سید فقیر پاشاہ قادری پرنسپل اسلامیہ عربی دینی کالج کرنول مہمان خصوصی تھے۔ جناب ضیائی صاحب نے اپنی صدارتی تقریر میں اردو کی دلکشی و خوبصورتی کا ذکر کیا اور کہا کہ اردو کو ترقی کرنے کے پورے مواقع دینا چاہئیں۔ جناب طرار کرنولی نے اردو زبان کی دلکشی و ہر دلعزیزی کو پیش کرتے ہوئے اس کے تحفظ و بقا کے لئے کوشش کرنے کا مشورہ دیا۔ جناب پروفیسر قادری صاحب نے اردو کی تاریخ پر روشنی ڈالی اور مستقبل سے ناامید نہ ہونے کا مشورہ دیا۔ جناب رسوا ناگھا ریڈی نے اپنی تلگو تقریر میں تلگو پر اردو زبان کے اثر کو گناتے ہوئے اس کو خوبصورت بولی قرار دیا۔ جناب عبدالوہاب صاحب تسنیم نیلوری نے اردو والوں کو خود اعتمادی نہ کھونے کا مشورہ دیا۔

رات کو گاندھی گورنمنٹ کالج میں مشاعرہ ہوا جس میں متعدد نامور شعرائے کرام نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ کیا۔

• محمد سلطان محی الدین

ڈاکٹر ظفر کے اعزاز میں جلسہ

بھیونڈی:۔ بمبئی یونیورسٹی سے اپنے تحقیقی مقالہ "نوح ناروی حیات اور شاعری" پر پی ایچ ڈی حاصل کرنے پر ڈاکٹر ظفر الاسلام ظفر ہیڈ ماسٹر رئیس ہائی اسکول بھیونڈی کو مبارکباد پیش کرنے کے لئے ایک جلسہ تہنیت منعقد ہوا۔ اس موقع پر ممتاز دانشوروں اور متعدد اسکولوں کے پرنسپلوں نے ظفر صاحب کی صلاحیتوں کو سراہا۔ ظفر صاحب نے اپنی تقریر میں اہل بھیونڈی کے ادبی ذوق کی تعریف کی اور وہاں کی لائبریریوں اور ذاتی کتب خانوں کو تحقیقی کام کے لئے مفید بتایا۔

• رئیس ہائی اسکول بھیونڈی

مطالعہ ولی کی رسم اجرا

دہلی:۔ بزم احباب کی طرف سے ڈاکٹر شارب ردولوی کی نئی کتاب مطالعہ ولی کی رسم اجرا کے سلسلے میں ایک جلسہ زیر صدارت پروفیسر خواجہ احمد فاروقی صاحب ماڈل ٹاؤن میں ہوا۔ ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی نے اپنے مضمون میں ولی کی شاعرانہ عظمت اور ان کے کلام کے فنی جائزے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے ڈاکٹر شارب ردولوی کو مبارکباد پیش کی۔ انھوں نے کہا اس کتاب سے ولی پر کام کرنے کی نئی راہیں کھلیں گی۔ ڈاکٹر شارب ردولوی نے ولی کے متعلق جملہ معلومات کا خلاصہ بڑی جامعیت کے ساتھ اس کتاب میں پیش کر دیا ہے۔

ڈاکٹر محمد حسن صدر شعبۂ اردو کشمیر یونیورسٹی نے کہا کہ مطالعہ ولی کے پہلے حصہ میں ولی کی زندگی اور ان کی شاعری کا جائزہ لیا گیا ہے اور دوسرا حصہ ان کے کلام کا انتخاب ہے۔ شارب نے کلام کے انتخاب میں ولی کے اچھے اور برے اشعار پیش کرکے دونوں میں توازن قائم رکھا ہے یعنی انتخاب میں شاعر کے سارے نمائندہ اشعار آگئے ہیں۔ اس توازن سے انتخاب کی اہمیت اور افادیت بڑھ گئی ہے۔

جناب ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی صاحب نے اپنی تقریر میں کہا شارب صاحب کے انتخاب میں یہ خوبی ہے کہ وہ صحیح معنوں میں ولی کا انتخاب معلوم ہوتا ہے۔ اس میں ولی کی شاعری کے تمام پہلو آگئے ہیں۔ اس طرح ولی کے مطالعہ کے اہم پہلوؤں پر یہ کتاب روشنی ڈالتی ہے۔ آخر میں ڈاکٹر عبدالحق نے تمام لوگوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ میری یہ بھی خواہش ہے کہ شارب صاحب اس کتاب کو اور وسعت دیں تاکہ انتخاب سے الگ یہ ایک مستقل کتاب بن سکے۔

• قاضی ظہیر ایم۔ اے۔ سکریٹری بزم احباب

اردو کو دوسری سرکاری زبان قرار دینے کا مطالبہ

حیدرآباد:۔ جناب ایم باگا ریڈی صدر انجمن تحفظ اردو آندھرا پردیش نے حکومت آندھرا پردیش سے پرزور اپیل کی ہے کہ وہ اردو کو دوسری سرکاری زبان قرار دے اور ماضی میں کئے گئے وعدوں کو پورا کرے۔ اردو ریاست آندھرا پردیش میں بولی اور سمجھی جانے والی دوسری بڑی زبان ہے اس کے بولنے والے صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ اردو تمام فرقوں و مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کی زبان ہے۔ اس زبان کو کسی اقلیت یا کسی مخصوص گروہ یا فرقہ کی زبان قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا۔ یہ زبان بلا تخصیص مذہب و فرقہ و گروہ عوام الناس کی زبان ہے جس سے انصاف کیا جانا ضروری ہے۔ یہ موزوں وقت ہے کہ حکومت اس سلسلہ میں فوراً عملی اقدام کرے۔

• رہنمائے دکن

پروفیسر مسعود حسین خاں

میرا صفحہ

ہندوستان کا برِصغیر پہلے دو ملکوں اور اب تین مملکتوں۔ بھارت، پاکستان اور بنگلہ دیش ــ میں تقسیم ہو چکا ہے۔ لیکن یہ تقسیم زیادہ سے زیادہ سیاسی کہی جا سکتی ہے! اس کے پیچھے ایک بار پھر تہذیبی یا لسانی منطق مفقود ہے۔ اس تقسیم در تقسیم کے باوجود کم از کم دو بڑے کلچر اور زبانیں ــ بنگالی اور پنجابی ــ ادھر بھی ہیں اور اُدھر بھی۔ اردو پھر ہرجائی کی ہرجائی رہی۔ بنگلہ دیش کے زمین و آسمان اس پر تنگ اور دور ہو چکے ہیں۔ پاکستان کی نئی ریاستی تنظیم میں اس کا مقام کیا اور کہاں رہے گا، اس کے بارے میں کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا۔ ریاست سندھ، جہاں اردو بولنے والوں کا سب سے زیادہ اجتماع ہے، ان کی پذیرائی سے بظاہر تھک چکی ہے۔ وہاں کے طالب علموں اور دانشوروں میں سندھی کو سرکاری زبان بنانے کی تحریک زور پکڑ چکی ہے۔ ایک ماہ کے اندر ریاستی مجالس میں یہ مسئلہ زیرِ بحث آجائے گا کہ سندھی کو اس کا جائز مقام ملنا چاہیے۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان کے لوگوں کو اردو سے ویسے ہی دلچسپی کم رہی ہے۔ یہ دونوں ریاستیں بھی اپنی نئی تہذیبی اور لسانی انفرادیتوں کی تلاش میں ہیں۔ لاہور ضرور اردو کا بڑا مرکز رہا ہے لیکن لسانی و تہذیبی قیادت اب لاہور کے اہلِ علم و ادب کے ہاتھوں میں نہیں رہی ہے۔ پنجابی کی تحریک راوی کے دونوں پار پوری شدت کے ساتھ ابھر رہی ہے۔ یہ کیا رنگ لائے گی، ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

پاکستان کی چاروں ریاستوں نے اگر پنجابی، پشتو، بلوچی اور سندھی کو اپنی اپنی ریاستوں کی سرکاری زبان قرار دے دیا تو اردو ایک بار پھر تاجدارِ بے مملکت کی حیثیت اختیار کرے گی۔ چوں کہ کل پاکستان سطح پر ایک اور تاجدارِ بے مملکت یعنی انگریزی پہلے سے موجود ہے اس لئے دیکھنا ہے کہ اردو کہاں بٹھائی جائے گی یہ سوچنے کی بات ہے۔

پاکستان سے قطعِ نظر ہندوستان پر نظر ڈالئے تو اردو یہاں بھی علاقائی سے زیادہ کل ہند حیثیت کی حامل نظر آئے گی۔ کل ہند سے میری مراد یہ ہے کہ اس کے ڈھائی کروڑ بولنے والے ہندوستان کی پانچ ریاستوں میں بے طرح منتشر ہیں۔ مجموعی طور پر اس کے دو بڑے مراکز ہیں، شمال میں یو۔پی، بہار اور دہلی، یہاں اس کا سابقہ اسی کی ہمزاد ہندی سے ہے جس میں اس کا انضمام اس لئے مشکل ہے کہ آسان ہے۔ جنوبی ہند میں اس کے بولنے والے آندھرا پردیش، میسور اور مہاراشٹر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یہاں اس کا سابقہ تین زبانوں سے ہے۔ ایک ہند آریائی یعنی مراٹھی اور دو دراویدی زبانیں یعنی تلگو اور کنڑ۔ جنوبی ہند میں اردو کے مسائل کی نوعیت شمال سے بالکل مختلف ہے۔ یہاں بھی انضمام مشکل ہے لیکن بقا مشکل تر ہے اس لئے کہ یہاں بقا اور فنا کے درمیان شمال کی طرح کوئی راہِ فرار موجود نہیں۔ شمال میں فنا کے بعد بھی بقا کا ایک شائبہ رہتا ہے اس لئے کہ اردو اور ہندی ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں۔ لیکن جنوبی ہند میں "کرمٹ یا مرجٹ" کی صورت ہوگی اس لئے مستقبل کے سایے وہاں زیادہ گہرے نظر آرہے ہیں۔ اسی لئے میرا خیال ہے کہ شمالی ہند اور جنوبی ہند کی اردو قیادت کو اپنا اپنا علاحدہ اندازِ پیکار وضع کرنا چاہیے۔ نئے الکشن کے نتائج سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ کانگریس پھر ایک نئی قوت کے ساتھ ابھر آئی ہے۔ لہٰذا اگر وہ اردو کے سلسلے میں کئے گئے وعدوں کو وعدہ وعید نہیں کرنا چاہتی تو عملی طور پر اب بہت کچھ کر سکتی ہے۔ مثلاً شمال کے ہندی بولنے والے صوبوں (یو۔پی، بہار، مدھیہ پردیش، راجستھان اور ہریانہ) کی نئے سرے تنظیم کی جا سکتی ہے۔ کسی بھی ایسی تنظیم میں یو۔پی کی تقسیم ناگزیر ہے۔ اس تقسیم کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ مغربی یو۔پی اور ملحقہ علاقوں میں اردو بولنے والوں کا تناسبِ آبادی بڑھ جائے گا اور اس نئی ریاست کے وزیرِ اعلیٰ کو شری کملاپتی ترپاٹھی کی طرح یہ کہنے کی جرأت نہ ہوگی کہ "اردو کو یو۔پی کی دوسری زبان بنانا نہ تو ممکن ہے اور نہ مناسب"۔

یہی صورتِ حال تلنگانہ کے علاقے میں اردو کو ثانوی سرکاری زبان کی حیثیت دے کر جنوبی ہند میں پیدا کی جا سکتی ہے اگر شری نرسمہا راؤ، وزیرِ اعلیٰ آندھرا پردیش نے اس یقین کا اظہار بار بار فصیح اردو میں کیا ہے کہ تلگو بالآخر سارے آندھرا کی واحد زبان بن کر رہے گی!

اردو کی بقا کے لئے شمال و جنوب میں اردو کے کم از کم دو علاقوں کا ہونا ضروری ہے۔ کم از کم دو مراکز میں اس کا ثانوی سرکاری زبان کی حیثیت سے تسلیم کیا جانا لازمی ہے۔ لیکن اس کے لئے ہندوستان کی وزیرِ اعظم کو اپنی ریاستوں کے وزرائے اعلیٰ کی سخت تربیت کرنا ہوگی، جو وہ غالباً اب زیادہ اطمینان کے ساتھ کر سکتی ہیں۔

مالک انجمن ترقی اردو ہند (علی گڑھ)، پرنٹر و پبلشر سید تفضل حسین ایم اے نے لیتھو کلر پرنٹرس علی گڑھ میں چھاپا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند (علی گڑھ) سے شائع کیا